برصغیر کے معروف فقہائے احناف اوران کی خدمات:ایک مطالعہ

A Study of Distinguished Hanafi Jurists of the Sub-Continent & their Services

Anwar Ali
Research Scholar
Department of Shari'ah & Islamic Law
Allama Iqbal Open University, Islamabad
Email: anwaraliphd@gmail.com

Dr. Hafiz Ghulam Yousuf
Professor/ Chairman
Department of Shari'ah & Islamic Law
Allama Iqbal Open University, Islamabad

ABSTRACT

Subcontinent gave birth to legions of legendary scholars. Arrival of Muhammad bin Qasim enlightened the region with the vision of Islam which later brought evolutionary interpretations to Islamic jurisprudence. History of sub-continent shows a magnificent and passionate era of Mughals in the seventeenth century. It was a period of prosperity; politically strong and economically developing especially during the reign of Mughal Emperor Aurangzeb Alamgīr. He was the successor of great Mughal rulers Jahangīr and Shah Jahān. Due to the interest and support of the emperors Fiqh was developed and enriched in 17th and 18th century particularly Hanafi law. The religious scholars also put their efforts by contributing a lot in the advancement and improvement of Ḥanafī law. Muslim scholars of this region played a significant role in the evolution of Hanafi school of thought by their writings. The current paper explores the evolution of Ḥanafī law in 17th-18th century. It focuses on the brief introduction and contribution of some prominent Muslim jurists of Hanafi School of thought.

Keywords: *Fiqh e Ḥanafī, Islāmic Jurists, Mughals, Quzāt, Madāris.*

عہد مغلیہ کا شاندار اور قابل رشک دور ستر ہویں صدی عیسوی کا ہے۔اس صدی میں جہاں گیر، شاہ جہاں اور عالم گیر تین بادشاہ تخت نشین ہوئے جو نیک، دیندار اور علماء کا حد درجہ احترام کرنے والے تھے۔ملک میں اسلامی حکومت قائم تھی، سیاسی طور پر ملک مضبوط

تھا، معاشی طور پر ترقی کر رہا تھا، علمی مراکز علم کی روشنی سے منور تھے، درس وتدریس کی مسندیں فقہاءِ احناف سے جگمگا رہی تھیں، ملک میں مناصبِ افتاء وقضاء اکثر وبیشتر حنفی مفتیان وقضاۃ سے پُر تھے، علمی ترقی روز افزوں تھی، یقیناً ایسے ماحول کو وجود میں لانے والے تمام ہی طبقات لائق صد تحسین ہیں۔اس دور کے چند ممتاز اہلِ قلم فقہاء کا تعارف اور ان کی تحریری خدمات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جنہوں نے فقہ حنفی کے ارتقاء میں نمایاں کردار ادا کیا:

۱) مفتی عبدالسلام الدیوی (م۱۰۳۹ھ/1630ء)

مفتی عبدالسلام بن ابوسعید بن محمد اللہ بن احمد بن عبدالرحیم بن احمد الفیاض بن محمد الاعظم الحسینی الکرمانی الدیوی کی ولادت لکھنؤ شہر کے مضافات میں دیوہ نامی بستی میں ہوئی۔[1] ابتدائی علوم حاصل کرنے کے بعد لاہور کا سفر کیا اور مفتی عبدالسلام لاہوری سے علوم کے حصول کے بعد اسی شہر میں درس وتدریس سے منسلک ہوگئے۔فقہ اور اصول کے علوم میں رسوخ اور عمق حاصل کیا اور بعد ازاں شاہ جہاں بادشاہ کے معسکر واقع دہلی شہر میں عہدۂ افتاء کے ذمہ دار مقرر ہوئے۔کچھ عرصہ اس عہدے سے سبکدوش ہو کر لاہور میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ان کے بارے میں مشہور ہے کہ فتویٰ اصول پر دیا کرتے تھے جس کی وجہ سے عام فقہاء کے فتاویٰ کے خلاف ہوا کرتا تھا۔

لاہور میں سکونت کے بعد درس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کی طرف متوجہ ہوئے اور کئی اہم کتب کی تصنیف کیں۔اکثر و بیشتر تالیفات حواشی اور شروحات کی شکل میں ہیں۔ان میں فقہِ حنفی سے متعلقہ کتاب ہدایۃ الفقہ کی شرح حاشيه علي هداية الفقه ہے۔ چونکہ خود نہ صرف درس وتدریس سے وابستہ رہے بلکہ عملی طور پر افتاء کے عہدہ پر سرکاری طور پر متمکن رہے اس لیے اس فن میں انہیں بہت زیادہ مہارت حاصل تھی۔ہدایۃ الفقہ پر بہترین اور اہم حاشیہ آپ نے تحریر کیا۔اس کے علاوہ دیگر کتب درج ذیل ہیں: حاشية علي حاشية الخيالي،شرح على منار الاصول،حاشية على تفسير البيضاوی،حاشية على شرح الصحائف فی الکلام،شرح على التحقيق،شرح على التهذيب المنطق مفتی عبدالسلام دیوی کا انتقال ۱۰۳۹ھ/1630ء میں ہوا۔[2]

۲) علامہ ابوالفرح خواجہ محمد معصوم (م۱۰۷۹ھ/1668ء)

ابوالفرح خواجہ محمد معصوم ۱۰۰۹ھ/1601ء میں پیدا ہوئے۔[3] مجدد الف ثانی کے اجل واعظم خلیفہ تھے۔ابتدائی علوم اپنے والد کے ہاں حاصل کیے۔علوم عقلی، نقلی اور باطنی کے جامع تھے۔ان کا فقہ حنفی کی اشاعت میں بہت اہم کردار ہے کیونکہ نولاکھ افراد نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور سات ہزار افراد کو انہوں نے خلافت عطا کی۔لہٰذا اپنے تمام مریدوں اور خلفاء کو فقہ حنفی کی اشاعت کے لیے تیار کر لیا جو اپنے عمل کے ذریعے حنفیت کی دعوت دیتے تھے۔علوم وعرفان کا یہ مظہر (م۱۰۷۹ھ/1668ء)[4] کو جہانِ فانی سے کوچ کر گیا۔[5]

۳) مفتی وجیہ الدین گوپامئوی (م۱۰۸۳ھ/1672ء)

مفتی وجیہ الدین بن عیسیٰ بن آدم بن محمد صدیقی گوپامئوی کی ولادت ۲ رجب ۱۰۰۵ھ کو گوپامئو میں ہوئی۔[6] بہت بڑے عالم تھے۔ان کے والد شیخ عیسیٰ اپنے علاقے کے مفتی تھے اور ان کی وفات کے بعد گوپامئو میں وجیہ الدین مسند افتاء کے ذمہ دار بنے۔ان کی بڑی کاوش فقہِ حنفی کے ارتقاء میں فتاویٰ عالم گیری کے چوتھے حصے کی تکمیل تھی جس میں یہ دس فقہاء کے ذمہ دار تھے۔درس وتدریس کے ذریعے فقہ اور دیگر علوم کی اشاعت کرتے رہے۔سلسلۂ درس بہت شہرت پا گیا اور تشنگانِ علم دور دور سے اپنی علمی پیاس بجھانے آپ کے

حلقۂ درس میں آتے اور استفادہ کرتے۔ تصنیفات میں حصن حصین کی شرح، خیالی اور مطول پر تعلیقات، تصوف کے متعلق رسائل اور فقہ میں فتاویٰ عالم گیری کا چوتھائی حصہ تالیف کیا۔ شیخ وجیہ الدین گوپامئوی کی وفات ۱۰۸۳ھ/1672ء دہلی میں ہوئی جہاں سے جسدِ خاکی کو آبائی علاقہ گوپامئو منتقل کیا گیا۔[7]

۴) قاضی عبدالصمد جون پوری

قاضی عبدالصمد جون پوری نامور فقہاءِ حنفیہ میں سے تھے۔ علوم دینیہ کی تحصیل اپنے چچا محمد رشید بن مصطفیٰ عثمانی جون پوری سے کی۔[8] علوم وفنون میں مہارت حاصل کی اور اپنے زمانے میں راسخ العلم علماء میں شمار ہونے لگے۔ اس کے بعد دہلی کا سفر کیا اور مؤلفین فتاویٰ عالمگیری کی جماعت کے رکن بنے۔ فتاویٰ ہندی کی تکمیل کے بعد دکن شہر کا سفر کیا اور وہاں قاضی کے عہدے پر مقرر کیے گئے۔ کافی عرصہ وہیں سکونت اختیار کرنے کے بعد لکھنؤ منتقل ہوگئے۔

۵) مفتی عبدالرحمٰن حنفی کابلی

مفتی عبدالرحمٰن حنفی کابلی علومِ عربیہ، اصول اور فقہ میں اپنے زمانے کے جید علماء میں سے تھے۔ شاہ جہاں کے دورِ حکومت میں آگرہ کے منصبِ افتاء پر فائز تھے۔ نہایت متقی، ذی فہم، دیانت دار اور توکل علی اللہ کی صفات سے متصف تھے۔ بیعت واصلاح کا تعلق حضرت مجدد الف ثانیؒ سے تھا۔ جب بھی حضرت مجددؒ آگرہ تشریف لاتے تو مفتی عبدالرحمٰن اکثر حاضرِ خدمت رہتے۔[9]

۶) شیخ نظام برہان پوری

شیخ نظام الدین برہان پوری اپنے دور کے جید عالم اور فقہِ حنفی کے نامور فقیہ تھے۔ ان کا شمار ان بزرگوں میں ہوتا ہے جو علوم میں کامل اور رسوخ والے تھے اور مسائل، احکام اور فتویٰ نویسی میں خاص طور پر محنت کی۔ انہوں نے قاضی نصیر الدین محدث برہان پوری کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے تھے۔ جب عالم گیر شاہ جہاں کی طرف سے بلادِ دکن کے والی مقرر ہوئے تو اس نے شیخ کو بھی اپنے ساتھ رکھا۔ شیخ نظام الدین کا فقہی کارنامہ اور فقہِ حنفی کے ارتقاء میں بہت بڑا کردار فتاویٰ ہندیہ المعروف فتاویٰ عالم گیری کی تالیف ہے۔

عالم گیر نے جن فقہاء کو فتاویٰ کی جمع وتدوین کے لیے منتخب کیا تھا ان سب کا اہتمام شیخ نظام الدین کے سپرد کردیا۔ اور ان فقہاء میں سے چار کو شیخ کا نائب مقرر کردیا۔ پھر فتاویٰ کے کام کو چار حصّے کرکے ہر ایک کو ایک ایک حصہ کی ذمہ داری سونپ دی۔ ان چاروں کے نام ترتیب وار یوں ہیں: قاضی حسین جون پوری محتسب، سید علی اکبر سعد اللہ خانی، شیخ حامد جون پوری اور مفتی اکرم لاہوری۔[10]

شیخ نظام الدین نے دن رات ایک کرکے خوب محنت کے ساتھ دو سال کے قلیل عرصے میں فتاویٰ عالم گیری مکمل کرکے بادشاہ کے روبہ روپیش کردی۔ شیخ نظام الدین برہان پوری پورے چالیس برس تک اورنگ زیب عالم گیر سے وابستہ رہے۔ اسّی برس سے زائد عمر پائی۔[11] بادشاہ عالم گیر ان کی بہت عزت وتکریم کیا کرتے تھے اور فتاویٰ کی تدوین کے بعد تو ان کے اعزاز واکرام اور منصب میں بہت اضافہ کردیا۔

۷) شیخ نظام الدین ٹھٹھوی سندھی

شیخ نظام الدین ٹھٹھوی سندھ کے علاقہ ٹھٹھہ کے رہنے والے تھے۔ نظام الدین بن نور محمد بن شکر اللہ بن ظہیر الدین بن شکر اللہ حسینی ٹھٹھوی کا شمار سندھ کے ماہر ترین حنفی فقہاء میں ہوتا تھا۔ ٹھٹھہ سے دہلی آئے اور عالم گیر کی فتاویٰ کمیٹی میں شامل ہوگئے۔ تحفۃ

الکرام کے مطابق بعدازاں انہوں نے سفر آخرت اختیار کر لیا۔[12]

۸) مفتی ابوالبرکات دہلوی(م۱۱۱۶ھ/1704ء)

دہلی شہر کے مفتی ابوالبرکات بن حسام الدین بن سلطان بن ہاشم بن رکن الدین بن جمال الدین بن سماء الدین دہلوی کا شمار اس زمانے کے کبار فقہائے حنفیہ میں سے ہوتا تھا۔ دہلی میں پیدا ہوئے۔ یہ شہر اس زمانے میں علماء فقہاء کے عظیم مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہاں پرورش پائی اور علماء کے علم سے فیضیاب ہوئے۔ عہدِ عالم گیری میں دہلی شہر کی مسند افتاء پر فائز ہوئے اور کچھ عرصہ بعد اسی شہر کی مسند قضاء پر متمکن کیے گئے۔

مفتی ابوالبرکات فقہائے حنفیہ میں سے تھے اور آپ کی مشہور تصنیف فقہ کے موضوع پر ہے۔ فقہی مسائل سے متعلق ان کی ایک تصنیف ہے جس کا نام مجمع البرکات ہے اور دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ مجمع البرکات کی تالیف سے ۹ ذوالحجہ ۱۱۱۶ھ/1704ء کو فارغ ہوئے۔ عربی زبان میں لکھی گئی ہے جس کی ابتداء حمد کے ان الفاظ سے ہوتی ہے:

الحمد لله الذى نور قلوب الموحدين بنور التوحيد والايمان۔[۱۳]

فقہ اور اصول میں ید طولیٰ حاصل تھا یہی وجہ ہے کہ عالم گیر نے انہیں فتاویٰ عالم گیری کے مصنفین کی جماعت میں شامل کیا۔[14]

۹) مولانا قاضی محب اللہ بہاری(م۱۱۱۹ھ/1717ء)

مولانا قاضی محب اللہ بن عبدالشکور صدیقی حنفی بہاریؒ بہار میں پیدا ہوئے۔ علوم دینیہ کی تحصیل شیخ قطب الدین سہالوی اور مولانا قطب الدین حسینی سے کی۔ جب اورنگ زیب عالم گیر کو ان کی علمی اور فقہی بصیرت کا علم ہوا تو اس نے انہیں لکھنؤ شہر کا قاضی مقرر کیا۔ یہاں سے ان کی سرکاری ملازمت کی ابتداء ہوئی اور شہرت پورے ملک میں پھیل گئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اورنگزیب نے انہیں حیدر آباد کا قاضی بھی بنا دیا۔[15] کچھ عرصہ بعد اس عہدے سے علیحدگی اختیار کی اور عالم گیر کے پوتے رفیع القدر بن شاہ عالم کے معلم مقرر ہوئے۔ ۱۱۱۸ھ میں شاہ عالم کے تخت نشین ہونے کے بعد بادشاہ نے انہیں صدارت عظمیٰ کے عہدے پر رکھا۔

مولانا قاضی محب اللہ نے تحریر و تصنیف کے میدان میں گرانقدر خدمات انجام دیں جس میں انہوں نے مختلف موضوعات پر لکھا۔ منطق، فقہ، اصول الفقہ اور مختلف فنون پر کتب تحریر کیں۔

الف) مسلم الثبوت

اصول فقہ کے فن میں مسلم الثبوت[16] حضرت قاضی صاحب کی گرانقدر تصنیف ہے اور علماء و طلبہ میں بے حد مقبول ہے۔ اس کا سنِ تالیف 1697ء ہے اور اس کا ماخذ پہلے سے لکھی گئی کتب ہیں جو اس موضوع سے متعلق ہیں۔ ان کتب کا تذکرہ مصنف نے مقدمہ میں کیا ہے۔ کئی علماء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں جن کی تعداد مولانا سید عبدالحی ندوی کے مطابق آٹھ (۸) ہے۔[17] اس کتاب کی تقسیم دو حصوں مبادی اور مقاصد میں کی گئی ہے جب کہ آخر میں ایک ضمیمہ بھی ہے۔ تفصیل اس کی یوں ہے:

مبادی: اس کو تین حصوں (مقالات) میں تقسیم کیا گیا ہے:

مقالہ اول: منطقی مسائل کے بیان میں ہے۔

مقالہ دوم: چار ابواب پر مشتمل ہے:

باب اوّل: نیک وبد کا تعین کرنے والے مقتدر اعلیٰ سے متعلق ہے۔

باب دوم: حکم کی نوعیت واقسام کی بحث ہے جیسے فرض، واجب، مستحب، مکروہ، وغیرہ

باب سوم: انسان کی استطاعت وعدم استطاعت بابت مذہبی ذمہ داریاں، اس کا موضوع ہے۔

باب چہارم: مذہبی ذمہ داریوں کا بیان ہے۔

مقاصد: یہ حصہ چار ابواب پر مشتمل ہے جو کہ فقہ کے بنیادی چار ماخذ کی تفصیلات سے متعلق ہیں یعنی قرآن، سنت، اجماع اور قیاس اور اس کا نام اصول رکھا گیا ہے۔ ضمیمہ: آخر میں ضمیمہ ہے جس میں اجتہاد کے مسئلے پر بحث کی گئی ہے۔[18]

ب) مغالطۃ عامۃ الورود

اس رسالہ میں یہ بحث کی گئی ہے کہ مذہب حنفی رائے اور قیاس سے بعید ہے۔[19] اس کے علاوہ فقہِ حنفی کے اثبات، دفاع، اقرب الی الحدیث اور فوقیت کو ثابت کیا گیا ہے جب کہ فقہ شافعی کے مبنی علی الرائے ہونے اور ان کے رد میں یہ رسالہ تحریر کیا ہے۔

دیگر کتب میں فن منطق میں سلم العلوم قاضی صاحب کی نہایت معروف کتاب ہے۔ جبکہ الجزء الذی لا یتجزی کی بحث میں الجوہر الفرد تالیف کیا۔[20]

علم وعرفان کا یہ مینار قاضی محب اللہ بہاری رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۱۱۹ھ/1717ء میں اس جہانِ فانی سے دارِ بقا کی جانب کوچ کر گئے۔[21]

۱۰) مولانا محمد جمیل جون پوری (م۱۱۲۳ھ/1711ء)

مولانا محمد جمیل جون پوری ذی القعدہ ۱۰۵۵ھ میں شہر جون پور میں پیدا ہوئے۔[22] ابتدائی کتب مولانا محمد رشید بن مصطفی عثمانی جون پوری سے پڑھیں اس کے بعد شیخ نور الدین جعفر بن عزیز اللہ جون پوری سے دیگر کتب پڑھ کے سند فراغ حاصل کی۔ مولانا جمیل جون پوری ایک جید اور مستند عالم تھے۔ فقہ اور اصول میں مہارت حاصل تھی۔ کئی کتب کے مصنف تھے۔ منطق، اصول فقہ اور فقہ کے فنون میں کتب تالیف کیں۔ ان کے علاوہ آپ کا سب سے بڑا علمی کارنامہ اور فقہِ حنفی کی خدمت فتاوٰی عالم گیری کی تالیف میں آپ کا گراں قدر حصّہ ہے۔ جس میں آپ کے ذمہ چوتھائی کتاب کی تالیف تھی اور دس معاون فقہاء کے نگران کی حیثیت سے آپ نے فتاویٰ کی تدوین اور ترتیب کا کام پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

فتاویٰ عالم گیری کے چوتھائی حصہ کی تالیف کے علاوہ دیگر تصانیف میں سے چند یہ ہیں: معانی وبیان کی مشہور کتاب مطول پر حاشیہ، فن نحو میں شرح جامی کی عطف کی بحث تک حاشیہ، فن فقہ میں رسالہ، فن تصوف میں رسالہ تنبیہاتِ جمیلی۔ ۱۱۲۳ھ/1711ء کے ماہ رجب کی چھ تاریخ کو جون پور کے شہر میں انتقال فرما گئے اور مفتی محمد صادق کے مقبرہ میں دفن کیے گئے۔[23]

۱۱) مفتی تابع محمد لکھنوی (م۱۱۲۸ھ/1716ء)

مفتی تابع محمد بن مفتی محمد سعید حسینی لکھنوی کی ولادت لکھنؤ شہر میں ہوئی اور وہیں اپنے والد، شیخ احمد اور صالحی امیٹھوی کی خدمت میں عرصۂ دراز تک رہ کر علم حاصل کیا یہاں تک کہ علمی رسوخ اور کمال حاصل کیا۔ تدریس اور فتویٰ نویسی میں نام پیدا کیا۔ بعد ازاں لکھنؤ

شہر میں اپنے والد کی جگہ محکمۂ افتامیں ذمہ دار مقرر ہوئے۔[24]

فقہِ حنفی کی خدمت تدریس اور افتاء کے ساتھ ساتھ شعبۂ تصنیف میں بھی کی۔ السراج المنیر کے نام سے ۱۱۲۸ھ/1716ء میں فن فقہ میں ایک بہترین کتاب تالیف کی۔ عربی زبان میں تصنیف کی گئی یہ کتاب اپنے موضوع پر نہایت اہم کتاب ہے۔ اس کی ابتداء ان حمدیہ الفاظ سے ہوتی ہے:

منک البداية واليه النهاية يامن انار بعلم الفقه قلوب اولی الالباب[25]

اس کتاب کا نسخہ ندوۃ العلماء کے مکتبہ میں محفوظ ہے۔[26]

۱۲) احمد بن ابی سعید امیٹھوی المروف ملاّ جیون (م ۱۱۳۰ھ/1718ء)

احمد بن ابی سعید بن عبید اللہ بن عبد الرزاق امیٹھی ۲۵ شعبان ۱۰۴۷ھ امیٹھی شہر میں پیدا ہوئے۔[27] آپ شیخ عبد اللہ مکی ؒ کی اولاد میں سے تھے اور سلسلۂ نسب سید ناصالح علیہ السلام تک پہنچتا ہے اور ملّا جیونؒ کے نام سے مشہور تھے۔ انھوں نے سات برس کی عمر میں حفظِ قرآن کریم مکمل کیا اور فوراً بعد تحصیلِ علم میں مشغول ہوگئے۔ تیرہ برس کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا لیکن حصولِ علم میں کوئی فرق نہ آیا اور ۱۰۷۵ھ میں جب ان کی عمر صرف ستائیس سال کی تھی، فاضلِ علومِ اسلامیہ کے مرتبے پر فائز ہوئے۔ آپ کے اساتذہ شیخ محمد ستر کھی اور مولانا لطف اللہ کا کوروی ہیں جن سے آپ نے اکثر کتب پڑھیں۔ تحصیل علم سے فارغ ہو کر اپنے علاقہ ہی میں تدریس شروع کر دی۔ ۵۵ سال کی عمر میں زیارتِ حرمین کے لیے تشریف لے گئے۔

ملا جیون نے تصنیف و تالیف کے میدان میں گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ انہوں نے تفسیر، فقہ، شاعری، مناقب، سوانح وغیرہ مختلف موضوعات پر عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں لکھا۔ ان کی چند کتابوں کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

الف) التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ

ملا جیون کئی کتب کے مصنف ہیں جن میں سب سے مشہور کتاب التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ ہے۔ زمانۂ طالب علمی میں جب کہ عمر صرف سولہ برس کی تھی تفسیر لکھنی شروع کی اور دورانِ طالب علمی پانچ سال کے قلیل عرصہ میں مکمل کی۔ تفسیرات احمدیہ قرآن کریم کی مکمل تفسیر نہیں بلکہ منتخب آیات کی تفسیر اور ان سے مستنبط احکام ہیں۔ ملا جیون نے ساڑھے چار سو آیات کو جمع کیا کہ جن سے احکام کا استنباط ہوتا ہے پھر ان کی تفسیر لکھی۔ تفسیر کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

- آیاتِ احکام کو جمع کر کے ان سے قواعد و اصول عقائد اور مسائلِ فقہیہ کا استنباط کیا گیا ہے۔
- تفسیر کی ترتیب قرآن کریم کی سورتوں کے موافق ہے۔
- بہترین فصیح زبان میں لکھی گئی ہے اور اب اردو ترجمہ بھی آچکا ہے۔
- تفسیر میں اوامر و نواہی سے متعلق آیات کی تفسیر کی گئی ہے۔
- جن سورتوں میں احکام بیان نہیں ہوئے ان کو خالیۃ عن الاحکام شمار کیا گیا ہے۔

- کتاب کے شروع میں ان تمام آیات کی فہرست دی گئی ہے جن سے احکام اخذ کیے گئے ہیں۔
- پہلی آیت جس سے تفسیر کی ابتداء کی گئی ہے وہ درج ذیل ہے.

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾[۲۸]

''وہی ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے تمہارے لئے پیدا کیا پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا، چنانچہ ان کو سات آسمانوں کی شکل میں ٹھیک ٹھیک بنادیا، اور وہ ہر چیز کا پورا علم رکھنے والا ہے۔''[۲۹]

سورۃ البقرۃ کی آیت بالا سے جو استنباط کیا گیا ہے وہ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے:

ان الاباحة اصل فی الاشیاء [۳۰]

صاحب کشاف علامہ زمخشری نے استدلال کیا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان خلق لکم اس بات کی دلیل ہے کہ ہر قابل نفع چیز جو عقلاً ممنوعات کے زمرے میں نہیں آتی دراصل مطلقاً مباح ہے اور ہر شخص اس سے نفع اٹھا سکتا ہے۔[31]

- اسی طرح آخری آیات جن سے استنباط کیا گیا ہے وہ عم پارہ کی سورت نمبر ۱۰۸ سورۃ الکوثر ہے جس سے ملاجیون نے حوض کوثر کے وجود کو ثابت کیا ہے۔

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَفَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ[۳۲]

شانِ نزول کچھ یوں ہے کہ عاص بن وائل باب بنی ہاشم کے پاس کچھ دیر نبی کریم ﷺ سے گفتگو کرنے کے بعد جب قریش کے پاس پہنچا تو انہوں نے دریافت کیا کہ کس سے باتیں کر رہے تھے تو عاص نے کہا کہ جو مقطوع النسل ہے۔ اس بات کو سن کر نبی اکرم ﷺ رنجیدہ خاطر ہوئے اس پر سورۃ الکوثر تسلی کے لیے نازل ہوئی۔ کوثر کے مفسرین نے کئی معنی کیے ہیں جن میں سے مشہور حوضِ کوثر یا جنت کی کوثر نامی نہر ہے۔[33]

- ملاجیون نے اپنی تفسیر میں مسائل کے بیان میں علماء کے اختلاف اور ان کے دلائل کا ذکر کیا ہے اور پھر اس میں راجح قول کو دلائل کے ساتھ واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ تفسیری آیات سے احکام کے استنباط میں فقہِ حنفی کے نقطۂ نظر کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔ جیسا کہ حج و عمرہ میں سعی بین الصفا والمروۃ کے بارے میں فقہا کے اختلاف کو درج ذیل آیت کے تحت تحریر کیا:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ[۳۴]

''بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، لہذا جو شخص بھی بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس کے لیے اس بات میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ ان کے درمیان چکر لگائے اور جو شخص خوشی سے کوئی بھلائی کا کام کرے تو اللہ یقیناً قدر دان (اور) جاننے والا ہے۔''

آیت بالا کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ صفا و مروہ مکہ مکرمہ کے دو پہاڑ ہیں جن پر اساف و نائلہ کے بت نصب تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ ان پہاڑوں کے درمیان دوڑا کرتے اور پھر ان بتوں پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔ اسلام آنے کے بعد ان بتوں کو توڑ دیا گیا اور مسلمانوں نے

ان پہاڑوں کے درمیان دوڑنے کو کفار سے مشابہت کی وجہ سے ترک کر دیا تو اللہ تعالی نے آیت بالا میں یہ بتلا دیا کہ جو کوئی حج و عمرہ کرے تو اس پر ان کے درمیان طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کلام کے ظاہر سے تو امتناعِ حرمت اور اثباتِ اباحت ثابت کرنا نہ کرنا دونوں برابر ہیں۔ دراصل یہ اباحت سے اوپر کی بات ہے جو حرمتِ سعی کا اعتقاد رکھنے والوں کے لیے کہی گئی۔

سعی بین الصفا والمروۃ امام احمد بن حنبل کے نزدیک سنت ہے اور بقول صاحبِ کشاف و بیضاوی کے حضرت انسؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اقوال بھی یہی ہیں کیونکہ مفہوم آیت تو اباحت ہے لیکن چونکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین نے کی ہے اس لیے جانب فعل کو ترجیح حاصل ہے لہذا سنت ہے۔

امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک رکن ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[ان الله تعالى كتب عليكم السعى][35]

سعی کیا کرو کیوں کہ اللہ تعالی نے سعی کو تم پر فرض کیا ہے۔

اس کے بعد ملا جیون اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اور ہمارے نزدیک واجب ہے کیونکہ نبی علیہ السلام اور صحابہ کرامؓ ہمیشہ کرتے رہے اور کبھی ترک نہیں کیا لہذا واجب ہے۔ اس کے ترک سے دم واجب ہو گا جیسا کہ کتبِ فقہ میں موجود ہے۔ كَتَبَ کا معنی یہاں کتب استحباباً یعنی تم پر مستحب کیا ہے جیسا کہ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے۔ صاحب مدارک نے صراحتاً ذکر کیا ہے کہ فَلَا جُنَاحَ اور وَمَنْ تَطَوَّعَ کے الفاظ سے امام مالک اور امام شافعی کی تردید ہوتی ہے۔"[36]

اوپر کے اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملا جیون آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ائمہ کی آراء اور دلائل کو ذکر کرتے ہیں۔ اس کے بعد احناف کا موٴقف مع دلائل بیان کرتے، ائمہ ثلاثہ کا ردّ کرتے اور حنفیہ کے قول کو راجح ثابت کرتے۔

ب) نور الانوار فی شرح المنار

ملا جیون کی دوسری اہم اور مشہور کتاب فنِ اصولِ فقہ پر لکھی جانے والی کتاب نور الانوار فی شرح المنار ہے جو فقہِ حنفی کی اہم کتاب ہے۔ دورانِ قیامِ مدینہ شریف صرف دو ماہ کے قلیل عرصہ میں تالیف کی۔ نور الانوار اصل میں امام البرکات عبداللہ ابن حافظ الدین نسفی (م ۷۱۰ھ) کی کتاب منار الانوار کی شرح ہے۔ یہ ملا جیون کی طرف سے حنفیت کے استحکام اور مضبوطی کے لیے کی گئی نہایت گرانقدر سعی ہے۔ ملا جیون عربی اور فارسی کے بہترین شاعر بھی تھے۔ ان کی دیگر تصانیف میں مناقب الاولیاء، سوانح جامی، تتمہ اور آدابِ احمدی شامل ہیں۔

ذی القعدہ ۱۱۳۰ھ/1718ء کو دہلی میں وفات ہوئی[37] اور دہلی میں میر محمد شفیع دہلوی کے بغل میں دفن کیا گیا۔[38]

۱۳) شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی (م ۱۱۴۰ھ/1727ء)

شیخ کلیم اللہ بن نور اللہ بن محمد صالح صدیقی[39] جہاں آبادی ۲۴ جمادی الثانی ۱۰۶۰ھ/14 جون 1650ء کو شاہ جہاں آباد (دہلی) میں پیدا ہوئے۔ اسی لیے شاہ جہاں آبادی کہلاتے ہیں۔[40] ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ ان کے اساتذہ میں شیخ برہان الدین

معروف بہ شیخ بہلول اور شیخ ابو الرضاء برادر کلان والد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نام ملتے ہیں۔ تصوف و سلوک میں دہلی کے بزرگ محمد صادق خلیفہ میاں پیر محمد سلونی سے تعلق بنا۔ انہوں نے مدینہ منورہ کے شیخ یحییٰ مدنی کے پاس جانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ حج بیت اللہ کے لیے گئے اور حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ منورہ شیخ یحییٰ مدنی سے بیعت ہوئے نیز حرم مدینہ کے دیگر مشائخ میر محترم اور شیخ محمد غیاث سے بھی کسب فیض کیا اور سلسلہ قادریہ و نقشبندیہ میں مجاز ہوئے۔[41]

درس و تدریس کے علاوہ شیخ کلیم اللہ تصوف و سلوک کے میدان کے بھی شاہ سوار تھے۔ اپنے متعلقین کو تقریرًا اور تحریرًا وعظ و نصیحت کرتے رہتے تھے۔ شاہ کلیم اللہ نے کئی یادگار اور مفید کتابیں تصنیف کیں جن کی تعداد بتیس (۳۲) تک ہے لیکن اکثر کتب ناپید ہیں۔ مشہور تصانیف میں تفسیر اور تصوف سے متعلقہ کتب ہیں:

الف) تفسیر قرآن القرآن بالبیان

فقہ حنفی کی عظیم خدمت شیخ کلیم اللہ نے تفسیر قرآن بالقرآن بالبیان لکھ کر کی۔ یہ عربی زبان میں لکھی گئی قرآن کریم کی مختصر تفسیر ہے۔ یہ تفسیر جلالین کی ہم پایہ سمجھی جاتی ہے فرق صرف اس قدر ہے کہ جلالین میں شافعی مسلک کی رعایت رکھی گئی ہے جب کہ یہ تفسیر حنفی نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہے۔ شیخ کلیم اللہ کی لکھی ہوئی تفسیر کئی خصوصیات کی حامل ہے جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱. مسائل میں احادیث سے بھی استنباط کیا گیا ہے۔
۲. نہایت مختصر اور جامع انداز میں لکھی گئی تفسیر ہے۔
۳. ترتیب جلالین کے انداز پر ہے۔
۴. شیخ کلیم اللہ کے مطابق اس کے ماخذ بیضاوی، مدارک، جلالین اور تفسیرِ حسینی ہیں۔[42]
۵. مسائل و احکام میں احناف کے قول کو ترجیح دی گئی ہے اور دلائل سے اسے ثابت کیا گیا ہے۔

غرض مسلکِ احناف کی رعایت رکھتے ہوئے اس تفسیر کو ۱۱۲۵ھ/1713ء میں لکھا گیا اور شاہ رفیع الدین کے ترجمہ قرآن مجید کے حاشیہ پر یہ تفسیر طبع ہوئی۔[43]

دیگر کتب کے نام درج ذیل ہیں: عشرہ کاملہ (تصوف)، سوآء السبیل (تصوف)، کشکول (تصوف کے مختلف مسائل پر بحث)، مرقع (کشکول کا ضمیمہ)، تسنیم (تصوف)، رسالہ تشریح الافلاک عاملی محشی بالفارسیہ (علم ہیئت)، شرح القانون (ابن سینا کی کتاب کی تشریح)، مکتوبات (مریدوں کے نام لکھے گئے خطوط کا مجموعہ)، ملفوظات (ملفوظات کا مجموعہ)۔[44] مولوی کلیم اللہ جہاں آبادی ۱۱۴۰ھ /1727ء کو انتقال کر گئے۔[45]

۱۴) مولانا محمد حکیم بریلوی (م ۱۱۵۰ھ/1737ء)

مولانا محمد حکیم بریلوی کی ولادت شہر رائے بریلی میں ہوئی۔ ابتدائی علوم اپنے والد کی خدمت میں رہ کر حاصل کیے۔ بعد ازاں علوم کی طلب میں دیگر شہروں کا رخ کیا اور بڑے بڑے مشائخ سے کسب فیض کیا۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ محمد یحییٰ اٹکی، شیخ سعدی بخاری، شیخ عبدالاحد اور شیخ عبدالنبی شامل ہیں۔[46] مولانا محمد حکیم بریلوی ۴۲ سال کی عمر میں ۲۲ شوّال ۱۱۵۰ھ/1737ء کو وفات پا گئے۔[47]

اساتذہ سے علوم دینیہ کی تحصیل کے بعد اپنوں کو فیض یاب کرنے کے لیے اپنے شہر لوٹ آئے اور تصنیف وتالیف کے میدان میں قدم رکھااور کئی اہم تصانیف آپ کے قلم سے تحریر ہوئیں۔ مثلاً رسالہ فی الفقہ، رسالہ فی المیراث، محکم التنزیل (عربی میں قرآن کی تفسیر)، حسنیٰ(تفسیر القران فارسی میں)، تلخیص الصراح (فن لغت)، ملخص البلاغہ ،رسالہ فی الحساب، لآلی النحو۔

۱۵) مفتی ابو سعید گوپاموی(م۱۱۵۱ھ/1738ء)

مفتی ابو سعید بن علیم اللہ بن عبید اللہ بن عیسیٰ بن آدم شہابی گوپاموی ۱۰۸۴ھ/1673ء میں پیدا ہوئے۔[48] اپنے زمانے کے مستند اور چوٹی کے عالم اور فقیہ تھے۔ ابتدائی علوم اپنے والد سے حاصل کیے۔علوم دینیہ سے فراغت کے بعد اپنے والد کی جگہ گوپامئو کے محکمہ افتاء میں مفتی کے عہدے پر فائز ہوئے۔تصنیف وتالیف کے میدان میں آپ کی اہم تصنیف البحر الرائق ہے۔علم فقہ کے موضوع پر لکھی گئی کتاب ہے جس میں عبادات، نکاح، طلاق، عتاق، معاملات وغیرہ عنوانات کے تحت فقہ حنفی کے مسائل درج کیے گئے ہیں۔ ۱۱۵۱ھ/1738ء میں انتقال ہوا۔[49]

۱۶) شاہ عبد الطیف بھٹائی(م۱۱۶۵ھ/1752ء)

شاہ عبد الطیف بھٹائی ولد شاہ حبیب متعلوی ولد سید عبد القدوس ولد سید شاہ جمال ولد سید شاہ عبد الکریم بُلڑی ۱۱۰۲ھ ہالا (سندھ) کے گاؤں بھئی پور میں پید ہوئے۔[50] صوفی عالم تھے اور لوگوں کو اپنے کلام کے ذریعے دین کی طرف رغبت دلاتے۔تصوف اور توحید کے باریک نکات پر مشتمل مواد اشعار میں سمو کر پڑھتے۔ان کے مجموعہ کلام کو ''شاہ جو رسالو''کہا جاتا ہے۔فقہ حنفی کے ارتقاء میں صوفیاء کا کردار مسلم ہے۔صوفیاء کی محبت بھری تعلیمات نے لوگوں کو دین و شریعت کے قریب کیا اور یوں غیر محسوس طریقے سے حنفی مسلک کی اشاعت کرتے رہے۔شاہ عبد الطیف بھٹائی کی وفات ۱۴صفر ۱۱۶۵ھ/1752ء میں ہوئی۔[51]

۱۷) قاضی القضاۃ مخدوم حاجی محمد ہاشم ٹھٹھوی(م۱۱۷۴ھ/1761ء)

مولانا مخدوم محمد ہاشم بن عبد الغفور بن عبد الرحمٰن بن محمد قاسم بن خیر الدین ۱۰ ربیع الاول ۱۱۰۴ھ/۱۶۹۳ء کو بھٹورو میں پیدا ہوئے۔ تحصیلِ علم کے بعد بھٹورو کے قریب بہرام پور نامی گاؤں میں آکر مدرسہ قائم کیا اور علومِ دینیہ کی ترویج و اشاعت میں منہمک ہو گئے لیکن علاقے میں آپ کی مخالفت شروع ہو گئی اور آپ مستقل طور پر ٹھٹھہ ہجرت کر گئے۔ ٹھٹھہ میں بھی مدرسہ قائم کیا اور علمِ نبوی کا فیض عام کرنے لگے۔ ۱۱۳۵ھ میں حج کے لیے گئے اور علماءِ حرمین سے حدیث اور تصوف کی سندیں اور اجازتیں حاصل کیں۔ان علماء میں شیخ ابو طاہر مدنی، شیخ عبد القادر صدیقی مالکی، شیخ عبد بن علی مصری اور شیخ عبد علی بن عبد الملک دراوی شامل ہیں۔[52]

گستاخِ صحابہؓ کے بارے میں فتویٰ

میاں نور محمد کلہوڑ کی حکومت کا زمانہ تھا۔ایک ہندو نے پیغمبر اسلام ﷺ کے صحابہؓ کی شان میں گستاخی کی، جس پر بہت زیادہ شور اٹھا۔ مخدوم محمد ہاشم زندہ تھے انہوں نے ہندو کے قتل کا فتویٰ دیا جب کہ اس وقت کے معروف عالم مخدوم ضیاء الدین ٹھٹھوی اور دیگر علماء نے ہندو کو تعزیر دینے کی رائے دی۔ حاکمِ وقت میاں نور محمد کلہوڑ نے علماء کو مسئلے کی تحقیق کے لیے طلب کیا تو صرف مخدوم محمد ہاشم سے فتویٰ مانگا تو انہوں نے قتل کا حکم لگایا تو میاں نور محمد نے ان کے فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے ہندو کو قتل کرادیا۔اور دوسرے علماء سے کچھ

نہ پوچھا۔[53]

یہ واقعہ شاہد ہے کہ مخدوم محمد ہاشم کو کس قدر علمی پختگی حاصل تھی اور وہ کسی کی ملامت کی پرواہ کیے بغیر، لگی لپٹی کہنے سے اجتناب کرتے ہوئے حق بات کو ڈنکے کی چوٹ پر کرنے والے عالمِ دین تھے نیز حاکمِ وقت کے ہاں ان کی بے پناہ قدر و منزلت تھی۔

قاضی القضاۃ

ٹھٹھہ شہر بدعات کا گڑھ تھا اور آپ بدعات کے رد پر بہت زور دیتے تھے۔ ۱۱۷۲ھ میں مخدوم نے حاکم سندھ میاں غلام شاہ کلہوڑ، جو آپ کے معتقدین میں سے تھے، ٹھٹھہ کی بدعات بند کروانے کے لیے ایک حکم نامہ جاری کروایا تھا۔ اس سرکاری حکم نامے کے آنے کے بعد ٹھٹھہ شہر کی بدعات، اور دوسری برائیاں کافی حد تک ختم ہوگئیں۔ کئی مخالفین اور حاسدین نے حاکمِ سندھ کو آپ کے خلاف ورغلانے کی کوششیں بھی کیں لیکن کامیاب نہ ہوئیں۔ حاکم سندھ نے آپ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ تفویض کر کے مخالفین کے منہ بند کر دیئے۔ آپ ۱۵۰ سے زائد کتب کے مصنف تھے۔ عربی، فارسی، سندھی تینوں زبانوں میں کتب تحریر کیں۔ چند ایک کتب درج ذیل ہیں:

الف) حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب

یہ کتاب حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب فارسی زبان میں لکھی گئی۔ حج و زیارت کے مسائل پر مشتمل شیخ ہاشم سندھی نے ۱۱۳۵ھ میں اس کتاب کو تحریر کیا۔ حاجی اور زائر کے جذبات کی ترجمانی کرنے والی مسائل و فضائل حرمین پر تحریر کردہ نہایت اہم اور مفید کتاب ہے۔[54]

ب) بیاض ہاشمی (فقہ)

فقہی مسائل کے بارے میں مولانا ہاشم سندھی کی تصنیف ہے۔

فقہ کے مختلف موضوعات پر درج ذیل کتب لکھیں۔ رشف الزلال فی تحقیق الزوال (زوال کی تحقیق اور نصف النہار کی تعین میں)، فیض الغنی فی تقدیر صاع النبی (نبی کریم ﷺ کے دور میں مستعمل صاع کی مقدار کے تعین میں)، شد النطاق فی مسئلۃ الطلاق، مناسک الحج، کشف الستر فی تقدیر صدقۃ الفطر[55] فرائض الاسلام۔ سندھ کے یہ نامور عالم دین ۷۰ سال کی عمر میں ۶ رجب ۱۱۷۴ھ/1761ء کو اس دنیا سے رخصت ہوئے۔[56]

۱۸) مفتی ابوالوفاء کشمیری (م ۱۱۷۹ھ/1765ء)

مفتی ابوالوفاء حنفی کشمیر کے رہنے والے نامی گرامی فقہاءِ احناف میں سے تھے۔ آپ کی ولادت کشمیر میں ہوئی اور ابتدائی علوم اپنے علاقے میں حاصل کر کے مولانا محمد اشرف چرخی اور شیخ امان اللہ بن خیر الدین کشمیری سے علومِ عالیہ کی تحصیل کی۔ آپ میں فقہی بصیرت بدرجہ اتم موجود تھی لہذا کچھ ہی عرصے میں فقہی مسائل میں شہرت حاصل کرلی اور یہی شہرت عہدۂ افتاء پر تقرری کا سبب بنی۔ فقہ و افتاء کے ساتھ تصنیف و تالیف کے شعبہ میں بھی انہوں نے قدم رکھ کر فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت میں اپنا حصہ ڈالا۔

الف) کتاب الفقہ

مفتی ابوالوفاء نے اپنے علمی ذوق کو مد نظر رکھتے ہوئے فقہ پر چار جلدوں میں ایک ضخیم کتاب لکھی جس کا نام کتاب الفقہ ہے۔[57]

ب) انوار النبوۃ

انوار النبوۃ کے نام سے ایک رسالہ بھی تالیف کیا جو خصائص نبویہ ﷺ سے متعلق ہے۔ ہر مسلمان اور خصوصًا عالم وفقیہ کے دل کے اندر محبت نبوی ﷺ کا چراغ روشن ہوتا ہے اور یہ رسالہ اسی نور کا مظہر ہے۔

مفتی ابوالوفاء کشمیری کی وفات ۱۱۷۹ھ/1765ء میں ہوئی۔[58]

خلاصۂ بحث

مقالہ ہذا میں ان ۱۸ فقہاء کا تذکرہ کیا گیا ہے جنہوں نے حنفی فقہ کی ترویج اور اشاعت کے لیے تصنیف وتالیف قضاء وافتاء اور درس وتقریر کے میدانوں میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ یہ نہایت قیمتی اور نایاب دور تھا جس میں علماء کو سرکاری سرپرستی حاصل تھی۔ اس دور میں جہاں ایک طرف جہانگیر اور شاہ جہاں جیسے علم دوست بادشاہ گزرے تو دوسری طرف عالم وفقیہ بادشاہ عالم گیر نے نصف صدی تک اس خطہ پر حکمرانی کی۔ کئی کئی نشستیں علماء کے ساتھ فقہی مجالس میں مختلف فقہی مسائل پر بحث میں گزر جاتی تھیں۔ فقہ حنفی کے ارتقاء کے اس زریں دور میں ایک طرف فقہاء نے مجمع البرکات، تفسیر قرآن بالبیان، التفسیرات الاحمدیہ، نور الانوار، مسلم الثبوت، السراج المنیر وغیرہ جیسی گراں قدر تصانیف کے ذریعہ فقہ حنفی کو چار چاند لگائے تو دوسری طرف بادشاہ عالم گیر نے علماء کی سرپرستی کرتے ہوئے فتاویٰ عالم گیری کی تدوین کر کے اس فقہ کو بامِ ثریا پر پہنچا دیا۔

حواشی وحوالہ جات

[1]۔ لکھنوی، مولانا سید عبد الحی الحسنی، نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر، دار ابن حزم بیروت، ۱۴۲۰ھ، ج۵، ص۵۶۳۔

[2]۔ محولہ بالا۔

[3]۔ مولوی رحمان علی، **تذکرہ علماءِ ہند**، ترجمہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، بیت الحکمت مدینۃ الحکمت شاہراہ مدینۃ الحکمت، کراچی، ط دوم ۲۰۰۳، ص ۴۰۲۔

[4]۔ صاحب حدائق الحنفیہ نے سن وفات ۱۰۷۷ھ یا ۱۰۷۹ھ لکھا ہے۔

[5]۔ مولوی رحمان علی، **تذکرہ علماءِ ہند**، ترجمہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری، ص ۴۰۲۔

[6]۔ بھٹی، محمد اسحاق، **برصغیر میں علم فقہ**، کتاب سرائے، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، ۱۴۳۰ھ، ص ۳۰۲۔

[7]۔ لکھنوی، نزھۃ الخواطر، ج۵، ص۶۶۱۔

[8]۔ ایضاً ج۶، ص۱۵۷۔

[9]۔ لکھنوی، نزھۃ الخواطر، ج۵، ص۵۶۰۔

[10]۔ ایضاً ج۶، ص۶۵۶۔

[11]۔ مولوی رحمان علی، **تذکرہ علماءِ ہند**، ترجمہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری، ص ۴۴۷۔

[12]۔ ٹھٹھوی، میر علی شیر قانع، **تحفة الکرام**، اردو ترجمہ اختر رضوی، سندھ ادبی بورڈ، کراچی، ۱۹۵۹ء، ص ۶۰۰۔

[13]۔ ندوی، مولانا عبدالحی، **اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں** (الثقافة السلامية)، ترجمہ مولانا ابوالعرفان ندوی، دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۲۰۰۹ء، ص ۱۸۰۔

[14]۔ لکھنوی، نزھة الخواطر، ج ۶، ص ۶۸۴۔

[15]۔ جہلمی، مولوی فقیر محمد، **حدائق الحنفیه**، المیزان ناشران وتاجران کتب، الکریم مارکیٹ، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۴۵۱۔

[16]۔ لکھنوی، نزھة الخواطر، ج ۶، ص ۹۳۷۔

[17]۔ ندوی، مولانا عبدالحی، **اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں** (الثقافة السلامية)، ص ۲۰۴۔

[18]۔ ڈاکٹر زبید احمد، **عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصہ**، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۸۶۔۸۹۔

[19]۔ ایضاً ص ۸۳۹۔

[20]۔ بھٹی، محمد اسحاق، **فقہائے ہند**، تیرہویں صدی ہجری، دار النوادر اردو بازار لاہور، ۱۴۳۴ھ، ج ۵، ص ۸۳۹۔

[21]۔ جہلمی، **حدائق الحنفیه**، ص ۴۵۱۔

[22]۔ بھٹی، **برصغیر میں علم فقہ**، ص ۲۹۷۔

[23]۔ لکھنوی، نزھة الخواطر، ج ۶، ص ۸۱۲۔

[24]۔ ایضاً ص ۷۰۵۔

[25]۔ ندوی، **اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں** (الثقافة السلامية)، ص ۱۸۰۔

[26]۔ بھٹی، **فقہائے ہند**، ج ۵، ص ۶۰۱۔

[27]۔ ملاجیون احمد بن ابو سعید امیٹھوی، ترجمہ و حواشی مولانا محمد احمد، **التفسیرات الاحمدیه فی بیان الآیات الشرعیه**، المیزان ناشران وتاجران کتب، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۵ء، ج ۱، ص ۱۶۔

[28]۔ سورة البقرة ۲:۲۹۔

[29]۔ عثمانی، مفتی محمد تقی، **آسان ترجمہ قرآن**، دار الاشاعت کراچی، ۱۴۲۹ھ، ص ۵۳۔

[30]۔ السغناقی، حسین بن علی بن حجاج بن علی، **الکافي شرح البزودی**، مکتبة الرشد للنشر والتوزیع، ۱۴۲۲ھ، ج ۳، ص ۱۴۰۳۔

[31]۔ ملاجیون، **التفسیرات الاحمدیه**، ص ۱۱۔

[32]۔ سورة الکوثر ۱۰۸: ۱۔۳۔

[33]۔ ملاجیون، **التفسیرات الاحمدیه**، ص ۷۴۰۔۷۴۱۔

[34]۔ سورة البقرة ۲: ۱۵۸۔

35۔ آلوسی، شہاب الدین محمود بن عبداللہ الحسینی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ، ج۱، ص۴۲۴۔

36۔ محولہ بالا۔

37۔ ایضاً ج۱، ص۱۷۔

38۔ لکھنوی، نزھۃ الخواطر، ج۶، ص۶۹۱۔

39۔ محمد اسحاق بھٹی نے ان کے جد امجد کا نام محمد صالح لکھا جب کہ محمد عارف اعظمی نے تذکرہ مفسرین ہند میں دادا کا نام احمد معمار تحریر کیا ہے۔

حوالہ: بھٹی، محمد اسحاق، **فقہائے ہند**، بارہویں صدی ہجری، ج۵، حصہ اوّل، ص۱۴۱۔۳۴۱ اعظمی، محمد عارف عمری، **تذکرہ مفسّرین ہند**، ج۱، ص۱۳۵۔

40۔ اعظمی، محمد عارف عمری، **تذکرہ مفسّرین ہند**، دارالمصنفین (شبلی اکیڈمی) اعظم گڑھ، ج۱، ص۳۷۔

41۔ ایضاً ص۱۳۷۔

42۔ ایضاً ص۱۴۵۔

43۔ محولہ بالا۔

44۔ محولہ بالا۔

45۔ مولوی رحمان علی، **تذکرہ علماءِ ہند**، ترجمہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری، ص۳۴۳۔

46۔ لکھنوی، نزھۃ الخواطر، ج۶، ص۸۱۴۔

47۔ ایضاً ص۸۱۵۔

48۔ ایضاً ص۶۸۸۔

49۔ بھٹی، محمد اسحاق، **فقہائے ہند**، جلد ۵، حصہ اوّل، ص۹۱۔

50۔ وفائی، مولانا دین محمد، **تذکرہ مشاہیر سندھ**، ترجمہ ڈاکٹر عزیز انصاری/عبداللہ وریاہ، ج۳، ص۵۱۸۔

51۔ محولہ بالا۔

52۔ ندوی، مولانا عبدالحی، **اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں** (الثقافۃ السلامیۃ)، ص۱۹۲۔

53۔ وفائی، **تذکرہ مشاہیر سندھ**، ج۲، ص۴۹۹۔۵۰۰۔

54۔ لکھنوی، نزھۃ الخواطر، ج۶، ص۸۴۲۔

55۔ وفائی، **تذکرہ مشاہیر سندھ**، ص۲۰۶۔۲۰۷۔

56۔ ایضاً ص۲۰۳۔۲۱۰۔

57۔ ندوی، **اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں** (الثقافۃ السلامیۃ)، ص۱۸۰۔

58۔ لکھنوی، نزھۃ الخواطر، ج۶، ص۶۹۰۔